مشکل فیصلے کرنے کا وقت ہے!

دوسری جنگ عظیم زوروں پر تھی۔ ہٹلر‘ پورے یورپ کو روندر ہا تھا۔ برطانیہ‘ اس جنگ میں ہٹلر کے خلاف بھرپور طاقت سے لڑ رہا تھا۔ مگر لگتا ایسا تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں یو کے بھی جرمنی کے ہاتھوں فنا ہو جائے گا۔ اس خوفناک جنگ کے شروع میں آرتھر چیمبرلین برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ اسے کینسر کا موذی مرض لاحق ہو چکا تھا۔ اس میں وہ قائدانہ صلاحتیں نہیں تھیں کہ برطانوی عوام میں خود اعتمادی پیدا کر سکے۔ دس مئی 1940ء کو خرابی صحت کی بدولت‘ چیمبرلین نے استعفیٰ دے دیا۔ دگرگوں حالات کی بدولت‘ کوئی بھی سمجھدار سیاست دان‘ وزیر اعظم نہیں بننا چاہتا تھا۔ کنزرویٹو پارٹی کے پاس صرف ایک شخص بچا تھا‘ جو وزیر اعظم بن سکتا تھا۔ مگر وہ حد درجہ متنازعہ شخص تھا۔ اس کی مہ نوشی‘ ناشتہ سے شروع ہوتی تھی اور پھر یہ سلسلہ پورا دن جاری رہتا تھا۔ اس کے علاوہ‘ وہ اپنے مخالف اور ساتھی سیاست دانوں کے متعلق حد درجہ ذو معنی جملے کستا رہتا تھا۔ مجموعی طور پر وہ لندن کی اشرافیہ کا ایک ناپسندیدہ انسان تھا۔ مگر تمام سیاست دان‘ اس کی ذہانت اور جرأت مندانہ فیصلوں کے قائل تھے۔ چیمبرلین نے جب اپنا استعفیٰ‘ اس وقت کے بادشاہ کنگ جارج VI کے سامنے پیش کیا تو وہ تو قبول کر لیا گیا۔ مگر جب‘ چیمبرلین نے نئے وزیر اعظم کے طور پر ونسٹن چرچل کا نام دیا۔ تو کنگ جارج حیرت زدہ رہ گیا۔ چرچل کی ذاتی لاپرواہیوں کی وجہ سے بادشاہ اسے شدید ناپسند کرتا تھا۔ بہر حال‘ کنگ جارج جمہوری نظام میں کسی بھی طاقت سے محروم تھا۔ لہٰذا اس نے چرچل کو وزیر اعظم بنانے پر رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ جس متنازعہ شخص کا شروع میں ذکر کیا وہ چرچل ہی تھا۔ 1940ء میں‘ چرچل وزیر اعظم بن گیا۔ ہاؤس آف کامنز کی پہلی تقریر میں اس نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ وہ تاریخ کے اس موڑ پر‘ برطانیہ کو آتش اور خون کے علاوہ کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ مگر وہ ہٹلر کو فنا کر کے رکھ دے گا۔ حسب دستور‘ جنگی کابینہ بنائی گئی۔ لارڈ اٹیلی سے لے کر چیمبرلین تک تمام اہم سیاست دان شامل تھے۔ یہ ایک مخلوط کابینہ تھی۔ مگر اس میں ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ چیمبرلین اور ہیلی فکس جو وزارت خارجہ کو چلا رہا تھا۔ ہٹلر سے امن معاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ دونوں‘ اندر سے برطانیہ کی شکست کا اعتراف کر چکے تھے اور برملا کہتے تھے کہ یو کے کو اٹلی کے مرد آہن‘ میسیولینی کے توسط سے اس جنگ کو ختم کر دینا چاہئے۔ چرچل جنگ بندی پر آمادہ نہیں تھا‘ وہ ہٹلر کے ذہن کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر ہٹلر امن معاہدہ پر آمادہ ہو بھی جاتا ہے‘ تب بھی وہ برطانیہ کو فنا کر کے رکھ دے گا۔ بہر حال‘ اب اقتدار‘ چرچل کے ہاتھ میں تھا۔ دوران جنگ اس کی کارکردگی حد درجہ بہادرانہ تھی۔ لندن پر بمباری کے دوران بغیر چھت کی گاڑی میں بیٹھ کر لوگوں کے سامنے چلا جاتا تھا۔ اسے خطروں سے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وکٹری کا نشان اس کی پہچان بن چکا تھا۔ لوگوں کو حوصلہ دیتا تھا کہ انہیں ہرگز ہرگز بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ ہٹلر‘ سینکڑوں کی تعداد میں جنگی ہوائی جہاز‘ لندن پر روز بمباری کے لئے بھیجتا تھا۔ عمارتیں اور انفراسٹرکچر تباہ کر ڈالتا تھا۔ مگر اسی دوران چرچل اپنا مخصوص ہیٹ پہن کر‘ اور سگار مونہہ میں لئے‘ لندن کی شاہراہوں پر گھومنا شروع کر دیتا تھا۔ اپنے جرنیلوں اور عوام کو حوصلہ دیتا تھا کہ یہ جنگ برطانیہ جیت کر دکھائے گا۔

چیمبرلین اور ہیلی فکس‘ فکری طور پر حد درجہ کمزور لوگ تھے۔ وار کیبنٹ کی ایک میٹنگ میں انہوں نے چرچل کو کہا کہ وہ پاگل ہے۔ برطانیہ عملی طور پر جنگ ہار چکا ہے۔ اس وقت امن معاہدہ کی ضرورت ہے تاکہ مزید تباہی سے بچا جا سکے۔ یہ لمحہ چرچل کی زندگی کا مشکل ترین وقت تھا۔ جنگی کابینہ میں شامل آرمی چیف نے بھی چرچل کو واشگاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ برطانوی فوج کے لئے‘ مزید لڑنا ناممکن ہے۔ چرچل اپنی کابینہ کے ہاتھوں مجبور تھا۔ اس نے بادل ناخواستہ‘ امن کے مسودے کی حتمی تیاری کا حکم دے دیا۔ مگر اس کے بعد ایک حد درجہ عجیب حرکت کی۔ دفتر جاتے ہوئے‘ گاڑی سے اترا اور نزدیکی انڈر گراؤنڈ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ مسافروں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ برطانوی وزیر اعظم‘ ایک عام آدمی کی طرح‘ ٹیوب ٹرین میں سفر کر رہا ہے۔ چرچل نے مسافروں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کیا وہ لڑنا چاہتے ہیں یا جرمنی کے استبداد کے سامنے ہتھیار ڈالنا چاہتے ہیں۔ عورتوں‘ بچوں‘ بوڑھوں اور نوجوانوں نے ببانگ دہل کہا کہ وہ مرنا پسند کریں گے‘ مگر ہٹلر کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ چرچل نے اس ٹرین میں بیس پچیس منٹ سفر کیا۔ پھر ویسٹ منسٹر آ گیا۔ کابینہ کے ساتھی‘ جنگ بندی کا معاہدہ ہاتھ میں لئے‘ انتظار کر رہے تھے۔ مگر چرچل کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس نے اسی دن‘ ہاؤس آف کامنز کا اجلاس بلایا اور اپنی زندگی کی بہترین تقریر کی۔ لب لباب یہ تھا کہ برطانوی قوم اپنی آزادی بچانے کے لئے‘ فضا‘ زمین‘ پانی‘ میدان‘ یعنی ہر جگہ بھرپور طریقے سے لڑے گی۔ اور کسی بھی وجہ سے ہٹلر کے سامنے سرنگوں نہیں ہو گی۔ چرچل کے اس فیصلے نے دوسری جنگ عظیم کا پانسہ پلٹ ڈالا۔ چرچل کی کمال ذہانت نے امریکی صدر‘ فرینکلن روز ویلٹ کو قائل کر لیا کہ وہ برطانیہ کو جدید اسلحہ فراہم کرے اس نے برطانیہ کو نئے جنگی طیارے اور گولہ بارود دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ‘ ایف ڈی آر کی موت کے بعد بھی جاری رہا۔ امریکی صدر ٹرومین نے بھی جنگ میں بھرپور شمولیت کا اعلان کر دیا۔ تفصیل میں جائے بغیر‘ یہ عرض کروں گا کہ اگر چرچل جیسا دانا شخص برطانیہ کا وزیر اعظم نہ ہوتا اور وہ مشکل ترین وقت میں حد درجہ دشوار فیصلے نہ کرتا۔ تو آج دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ کچھ اور ہوتا۔ مگر چرچل وہ واحد جہاندیدہ سیاست دان تھا‘ جس نے ہاری ہوئی جنگ کو فتح میں بدل ڈالا۔

اس واقعہ کا پاکستان کے موجودہ حالات سے شائد کوئی تعلق نظر نہ آئے مگر گہرائی سے دیکھا جائے تو اس میں ایک کمال نکتہ پنہاں ہے۔ وہ ہے کہ صرف وہ قومیں شاد رہتی ہیں جن کے حکمران کٹھن لمحے پر‘ سخت فیصلے کرتے ہیں اور عوام کی فلاح اور حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آج تیسری جنگ عظیم کے بنیادی آثار مکمل ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ مگر ہمارے ملک کے قائدین کس فکری سطح کے ہیں اور ان کی قوت فیصلہ کیسی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں۔ جن کا اندازہ لگانا ضروری ہے۔ ہمارا ملک اس وقت اندرونی سطح پر جنگ کا شکار ہے۔ ہمارے دو صوبوں میں آگ‘ خون‘ دہشتگردی کا کھیل تسلسل سے کھیلا جا رہا ہے۔ ٹی ٹی پی اور بی ایل اے کے لوگ ہر جگہ دندناتے پھر رہے ہیں۔ وہ نسلی عصبیت کے تحت‘ لوگوں اور سیکیورٹی سے منسلک افراد کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ اور درست بات تو یہ ہے کہ دونوں صوبوں کی انتظامیہ اور وزراء اعلیٰ صرف اور صرف مذمتی بیانات داغنے تک محدود ہیں۔ کسی میں اتنا ویژن نہیں ہے کہ موت کے اس کھیل کو ختم کر سکے۔ حکومتِ وقت سے عوام خوش نہیں ہیں۔ بدقسمتی سے نفرتوں کی خلیج بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ حل کیا ہے؟ یہ وہ نکتہ ہے جو توجہ طلب بھی ہے اور اس پر دلیل سے بات کرنی ضروری ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عسکری اداروں کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

دہشت گردی کے مسلسل بڑھاوے سے سب لوگ پریشان ہیں۔ ایک حل تو یہ ہے کہ مرکز میں قومی حکومت قائم کی جائے۔ جس میں بلوچستان اور کے پی کے قوم پرست عمائدین کی بھرپور نمائندگی ہو۔ اس میں ریاستی اداروں کے ریٹائرڈ لوگ بھی شامل کر دیئے جائیں تو کوئی مسئلہ نہیں۔ تمام سیاسی اسیران کو آزاد کر دیا جائے تاکہ عام لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکے۔ پاکستان کسی کی بھی ذاتی انا سے بڑا ہے۔ اختر مینگل یا محمود اچکزئی کی سطح کے قوم پرست سیاست دان قومی حکومت کا حصہ بن جائیں تو دہشت گردی کے خلاف عوامی تائید حاصل ہو جائے گی۔ یہ حد درجہ مشکل فیصلے ہیں۔ مگر جس طرح چرچل نے نازک معاملات پر عوامی تائید سے بہت زیادہ سنجیدہ فیصلے کیے۔ بالکل اسی طرح‘ ہمارے ملک کے حکمرانوں کو دوررس فیصلے کرنے چاہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو شاید معاملات درست ہو جائیں۔ ورنہ قتل و غارت کا عفریت ہمیں نگل تو رہا ہے۔ اس درندگی کو بہادرانہ فیصلوں اور عوامی تائید سے شکست دی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی دوسرا راستہ ہے تو ہمیں بھی بتا دیجئے؟